بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اسلامی مشاورتی کونسل

بالآخر صدر نے اسلامی مشاورتی کونسل کے ارکان کا اعلان کر دیا اور کونسل کی تشکیل کی موجودہ ہیئت سے ان رہی سہی توقعات کا بھی خون ہو گیا جو اسلامی نقطۂ نظر سے موجودہ آئین سے وابستہ تھیں۔ آئین کے باب نہم کا تعلق اسلامی احکام سے تھا جس کا مقصد مروجہ جملہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق اور آئندہ ہر قسم کی قانون سازی کو قرآن و سنت کا پابند بنانا تھا۔ آئین سازی کے موقع پر اسمبلی کے علماء ارکان کی برابر یہ سعی رہی ہے کہ آئین کا یہ حصّہ زیادہ سے زیادہ موثر اور آئین کو اسلامی بنانے کیلئے زیادہ سے زیادہ ضمانت مہیا کرنے کے قابل ہو جائے۔ مگر افسوس کہ ان دفعات کی تنفیذ کے لئے عام بنیادی حقوق اور دوسرے قوانین سے ہٹ کر ایک خاص طریق کار وضع کیا گیا کہ اس طرح کسی قانون کی اسلامی حیثیت متعین کرانے کیلئے عدالتی چارہ جوئی نہ کی جا سکے۔ علماء ارکان نے دلائل اور براہین سے ثابت کیا کہ جب عدالت آئین کی دیگر دفعات کے منافی کسی قانون کو کالعدم کرا سکتی ہے۔ تو آخر کسی قانون کی اسلامی حیثیت متعین کرانے سے جو کسی مسلمان کیلئے تمام حقوق سے بڑھ کر بنیادی حق ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی کو برقرار رکھنا کیوں ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور بالادستی کے سوال پر صرف اسلامی قانون سازی پر کیوں نہ چھری پھیری جاتی ہے۔ بہرحال یہ تمام استدلال اور احتجاج صدا بصحرا ثابت ہوا۔ اور اسلامی قانون سازی کے لئے اسلامی مشاورتی کونسل والا طریق کار وضع کیا گیا۔ اب چونکہ آئین اور کسی قانون کی اسلامی حیثیت کا سارا دارو مدار مشاورتی کونسل کے ارکان کی اہلیت پر رہ گیا۔ اس لئے علماء ارکان نے کونسل کی ہیئت تشکیل پر نہایت توجہ دی اس کے ارکان کی اہلیت صلاح و تقویٰ، علمی دینی تبحر، تدین اور خدا ترسی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھنے پر خاصہ زور دیا گیا۔ اور آئین کی دفعہ ۲۲۸ میں بھی یہ صراحت کی گئی کہ کونسل کے ارکان قرآن و سنت کے منقیۃ اسلامی اصول اور فلسفے کا علم رکھتے ہوں۔ اور کم از کم چار ارکان ایسے علماء ہوں جو کم از کم پندرہ سال تک اسلامی تحقیق یا تدریس کے کام سے وابستہ چلے آ رہے ہوں۔ دستور میں کہا گیا کہ یہ کونسل سات سال میں اسلامی قانون سازی کا

کام مکمل کرے گی۔ اور اسے ہر سال ایک رپورٹ مرتب کرکے پیش کرنا ہوگی۔ اسی طرح کچھ نہ کچھ توقع پیدا ہوگئی تھی کہ اگر یہ کونسل اس اہم کام کی اہل ہو اور اس کام میں مخلص بھی، تو اس کے ذریعہ ایک بڑا کام ہو سکے گا۔

مگر افسوس کہ کونسل کی موجودہ تشکیل سے ان تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اور اس ملک میں اسلام اور اسلامی قانون سازی کی رہی سہی تمنائیں بھی خون ہوگئیں۔ اگر حکومت ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے دعووں میں مخلص ہوتی تو کونسل کی تشکیل میں اپنے وقتی مفادات اور تحفظات کو دخل نہ دیتی اور اس کیلئے ایسے اہل اور جامع افراد نامزد کئے جاتے جو اس عظیم اور اہم کام کے واقعی معنوں میں اہل ہوتے مگر افسوس کہ سوائے ایک رکن کے جو اسلامی علوم کی درس و تدریس کے پندرہ سالہ تجربہ پر پورا اترتے ہوئے جو علم حدیث ادب اور فقہ میں مہارت رکھتے ہیں مگر جنہیں خود بھی فقہ اصول فقہ یعنی اسلامی قانون سازی کے بنیادی علوم میں مہارت تامہ کا دعویٰ نہیں، باقی کسی رکن میں آئین کے تقاضے اور فنی مہارت تو کیا علوم اسلامیہ کے الف باء پر وہ پورے نہیں اتر سکتے، اور اسطرح موجودہ کونسل کی حیثیت بھی عوام کی نظروں میں وہی رہ گئی ہے جو ایوب خان کے نامزد کردہ اسلامی مشاورتی کونسل کی تھی۔ اور جس میں عہد اکبری کے ملا مبارک کی وہ ساری اولاد جمع کی گئی تھی جو شہنشاہ والاتبار کے اشارہ پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا کرتے تھے اور جو لاکھوں روپے کے اخراجات کے بدلے قوم کو فکری انتشار و اضطراب کے سوا اور کچھ نہ دے سکی۔ موجودہ آئین میں جبکہ اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ اور اسلامی معاشرہ اسلامی قانون سازی کے رو سے [illegible] حکومت کو چاہئے کہ اولین فرصت میں کونسل کی موجودہ تشکیل پر نظر ثانی کرے اور اس آئین کے تقاضوں کو پورا کرے۔ جسے عوامی حکومت اپنا سب سے بڑا کارنامہ قرار دے رہی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کونسل کی موجودہ شکل پر نہ تو مسلمانوں کے سواد اعظم کا اعتماد حاصل ہو سکے گا نہ اسکی کوئی رائے اسلامی نقطہ نظر سے کسی اعتماد کی قابل ٹھہر سکے گی۔

مولانا شمس الدین شہیدؒ

کتنا المناک اور افسوسناک ہے بلوچستان کے مرد مومن اور جری و حق گو عالم دین مولانا شمس الدین کی شہادت کا واقعہ۔ اور یہ افسوس و ماتم بھی ان محرکات اور حالات کا ہے۔ جو سیاسی بھی ہیں اور مذہبی بھی، ورنہ مولانا کی زندگی کا یہ انجام ماتم و حسرت کا نہیں بلکہ مردان حق اور قافلہ دعوت و عزیمت کیلئے